OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن میں کلامی مباحث کا تجزیاتی مطالعہ

محمد عمران

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن و تفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Maulana Muhammad Ishaq Khan al-madani gave due place to the dialectical matters in his exegesis: "Umdatul Bayan fi Tafsir al-Quran". All the three kinds of dialectical matters e.g. Theologies, prophesies and acoustics are discussed in the exegesis. Keeping the differences of sects of subcontinent in view, his main focus in the interpretation of the Holy Qur'an is on the reformation of beliefs based on the different exegeses of the Holy Quran .He insisted upon the oneness of Allah Almighty and the characteristics of the oneness of Allah Almighty in his exegesis and he specified them only for Allah Almighty while negating them for Allah Almighty. Furthermore, while discussing the beliefs, he used easy language which is understood by a common man as well. According to him it is necessary that a Tafsir is to be written in a language that is fit to the modern era and that provide satisfactory answers to the errors created by the innovators in the Islamic beliefs. Many of such errors are pointed out and resolved with great concern. In the current article, an attempt has been made to explore the methodology adopted by him in his Tafsir: " 'Umdatul Bayan fi Tafsir al-Qur'an" regarding dialectical matters with the analysis of examples.

Key words: M. IshaqMadani, exegesis, dialectical matters, method, analysis

تفسیر سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معانی و مطالب سمجھے جائیں اور اس کی آیات اور الفاظ کے وہ معانی دریافت کئے جاسکیں جو ایک عام قاری کی نظر میں فوری طور پر نہ آسکیں، اس سے نئے نئے احکام نکالے جاسکیں اور نئ پیش آنے والی صورتحال پر قرآن مجید کے الفاظ و آیات کو منطبق کیا جاسکے۔ چونکہ قرآن عظیم میں ہر دور کے انسانوں کے لیے رہنمائی ہے اس لیے ہر دور کے اہل علم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے انسانوں کے لیے اس کتاب کی تعبیر و تفسیر کا فریضہ انجام دیں۔ حقیقت یہ ہے کے قرآن مجید کے معانی و مطالب اور حقائق و معارف کا ایک ایسا لا متناعی سمندر ہے جس کے معانی مطالب کی کوئی حد ہے اور نہ اس کے حقائق و معارف کی کوئی انتہا۔ اسی لیے تو حضور ﷺ نے فرمایا: **ولا يخلق على كثرة الرد، ولا تنقضي عجائبه** (1)

"(اور قرآن پرانا نہیں ہوتا بار بار پڑھنے سے اور تمام نہیں ہوتے عجائب اس کے)

یہ ایک واضح بات ہے کہ جو کتاب پرانی ہو جاتی ہے اس کے معانی اور مطالب بھی پرانے ہو جاتے ہیں، جس کتاب کے معانی و مطالب زندہ اور تروتازہ ہوں وہی کتاب زندہ رہتی ہے۔ جو گلستاں زندہ و تابندہ ہو، جس کے گلہائے رنگ رنگ زندہ و تروتازہ ہوں اسی گلستاں سے روزانہ نئے نئے گلدستے سج سج کر نکلتے ہیں اور قرآن تو وہ کتاب ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اسلام عقائد، عبادات اور اخلاق سے عبارت ہے۔ اس کے بنیادی اصول واضح اور دلکش ہونے کے علاوہ ہر شخص کے لئے یکساں قابل قبول ہیں، جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تھا، ان کے اقوال اور ان کی باتیں سنیں تھیں وہ ان پر کاربند ہونا عین ایمان خیال کرتے تھے۔ ان کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں کسی تذبذب کا شکار ہو جائیں۔ جب تک وہ اور ان کے ماننے والے دنیا میں موجود رہے، کوئی فلسفہ مسلمانوں کی ایمانی اور مذہبی پختگی کو ٹھیس نہ پہنچا سکا۔ البتہ بعد کے ادوار خصوصاً دورِ عباسیہ میں جب یونان اور فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات میں عام آزادی دی گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ دیگر مذاہب کے پیروکار ہر طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحات اسلام سے انکو جو صدمہ تلوار سے پہنچ چکا تھا اس کا انتقام وہ قلم سے لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بیباکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہونے لگے۔

اس وقت اگرچہ نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حکومت کے زور سے نکتہ چینوں کی زبانیں بند کر دی جاتیں لیکن مسلمانوں کی آزاد خیالی نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ قلم کا جواب تلوار سے دیا جائے۔ علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا اور جو ہتھیار مخالفین نے اسلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے، انہی سے ان کے وار روکے۔ ان علمی معرکوں میں علماء اسلام نے جو علمی کارنامے انجام دیئے وہ آج علم کلام کے نام سے مشہور ہیں۔ اس علمی و تحقیقی مقالہ کی تحریر و تدوین میں نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی کی رہنمائی و علمی تعاون مجھے حاصل رہا ہے۔

علم الکلام کا تعارف

متکلمین کے ہاں اعتقادی مسائل کو ''علم الکلام، الفقہ الاکبر، علم التوحید اور علم العقائد الاسلامیہ'' جیسے متعدد ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ذیل میں اس علم کی تعریف، غرض و غایت اور مختصر تاریخ ذکر کی جاتی ہے۔

تعریف علم الکلام

علم الکلام کی تعریف میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی آتی رہی ہے۔ اور مختلف پہلوؤں کو شامل ہوتی رہی ہے۔ یہاں علم الکلام کی مختلف تعاریفات اور ان کا حاصل کلام بیان کیا جاتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ۔ جن کو ''علم الکلام'' کا موجد خیال کیا جاتا ہے اور جنہوں نے اس علم کو ''الفقہ الاکبر'' کے نام سے موسوم کیا سے یہ تعریف منقول ہے:

'' اعلم أن الفقه فی أُصول الدین أفضل من الفقه فی فروع الاحکام---والفقة هومعرفة النفس مایجوز لها من الاعتقادیات والعملیات ، وما یجب منها---- وما یتعلق منها من الاعتقادیات، هوالفقه الأکبر وما یتعلق بالعملیات فهوالفقه''[1](2) -

یعنی فقہ الاعتقاد کا مقام فقہ الاحکام سے برتر ہے۔۔۔اور فقہ اعتقادات و اعمال میں سے جائز اور واجب امور جاننے کا نام ہے۔اعتقادات سے متعلق فقہ کا نام ''الفقہ الاکبر''اور اعمال سے متعلق فقہ کو ''فقہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اشاعرہ میں سے ''علامہ بیضاوی'' نے علم کلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:''علم یقتدر معه علیٰ اثبات العقائد الدینیة بایراد الحجج علیها ودفع الشبهة عنها(3)۔ یعنی ''علم کلام'' کے ذریعہ انسان دلائل دے کر،اور شبہات دور کر کے اپنے دینی عقائد کو ثابت کر سکتا ہے۔

علامہ ابن خلدون نے علم الکلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''هو علم یتضمن الحجاج عن العقائد الایمانیة بالأدلة العقلیة والرد علی المنحر فین فی الاعتقادات''(4)-

یعنی علمِ کلام ایسے علم کا نام ہے جو ایمانیات کو دلائل سے ثابت کرنے اور اعتقاداتِ باطلہ کے رد پر مشتمل ہو۔

حاصلِ کلام

مذکورہ بالا تعریفات میں غور کرنے سے ایک بنیادی فرق واضح ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تعریف میں صرف ایجابی پہلو کو مدِ نظر رکھا ہے، جبکہ آخر الذکر دو تعریفات ایجابی پہلو کے ساتھ ساتھ سلبی پہلو پر بھی مشتمل ہیں،اس فرق کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری یعنی امام غزالیؒ کے دور میں علم الکلام کے مسائل میں غور و خوض عام ہوا، تو عقائد کے میدان مختلف النوع فرقوں نے سر اٹھانا شروع کیا،اس وجہ علماء متکلمینؒ نے ان کے غلط نظریات پر رد کرنے کے لئے ایجابی پہلو کے ساتھ ساتھ سلبی پہلو کو بھی مدنظر رکھا۔

تعارف محمد اسحاق خان المدنی

ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنیبن سردار خان ولی خان بن سردار نواب خان ۱۹۴۴ء کو پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے ضلع سدھنوتی کے مجاہد خیز علاقے منگ کے ذیلی گاؤں ''چھلاڑ گہل''میں پیدا ہوئے۔آپ مذہب حنفی اور عقیدہ کے اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ سے ہیں(5)-

حصول علم

مولانا محمد اسحاق خان المدنی نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے سے حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے دار العلوم تعلیم القرآن آزاد کشمیر کا رخ کیا جو کہ آزاد کشمیر میں دینی تعلیم کے بڑے اداروں میں سے ایک ہے۔ چنانچہ شیخ المدنی نے پاکستان اور آزاد کشمیر کے مدارس کا مخصوص نصاب میں سے کچھ دینی کتب کے اسباق یہاں پڑھے اور دو سال کے بعد خیر المدارس کا رخ کیا جس کا شمار پاکستان کے ممتاز مدارس میں سے ہوتا ہے جہاں انہوں نے چار سال تک دینی تعلیم کو جاری رکھا۔ بعد ازاں ۱۹۶۲ء میں آپ نے نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کے بڑے دینی ادارے دار العلوم بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا جہاں آپ نے شیخ الحدیث علامہ محمد یوسف بنوریؒ، شیخ مفتی ولی حسن جیسے کبار علمائے دین سے استفادہ کیا۔ اس طرح آپ نے دار العلوم بنوری ٹاؤن سے ۱۹۶۴ء میں اچھے نمبروں کے ساتھ سند فراغت حاصل کی۔ ابھی علم کی پیاس بجھی نہیں تھی اس لیے شیخ المدنی نے مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے زیر سایہ فقہ وافتاء میں تخصص کی غرض سے دار العلوم اسلامیہ کراچی میں داخلہ لیا(6)۔

تدریس

دار العلوم کراچی میں تھوڑی مدت بعد وہ شیخ الحدیث محمد یوسف خان کی دعوت پر دار العلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر لوٹ آئے جہاں انہوں نے تدریس کا آغاز کیا۔ لیکن پھر انہوں نے دوسری مرتبہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لے کر مولانا محمد شریف کشمیریؒ (م ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء) اور مولانا خیر محمدؒ (۱۳۹۰ھ، ۱۹۷۰ء) سے اکتساب علم کیا۔ پھر دوبارہ شیخ الحدیث محمد یوسف خانؒ کی دعوت پر پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں دار العلوم تعلیم القرآن تشریف لائے اور مزید تعلیم کے لیے مملکت سعودی عرب جانے تک وہیں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے(7)۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے سعودی عرب کا سفر اور دعوت وارشاد کے لیے انتخاب

۱۹۷۲ء میں شاہ فیصل بن عبد العزیز کی حکومت نے پاکستانی اساتذہ کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف کا اعلان کیا جس کے لیے پاکستان سے دس اساتذہ کا انتخاب ہوا ان میں شیخ محمد اسحاق خان المدنی بھی شامل تھے۔ چنانچہ انہیں اسی سال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیہ شریعہ میں داخلہ ملا جہاں سے انہوں نے ۱۹۷۶ء میں چار سالہ تعلیم اعلیٰ نمبروں سے پاس کی اور رئیس الجامعہ سے نقدی انعام ہزار سعودی ریال وصول کیے(8)۔

وہیں سے شیخ المدنی کا تعلق سعودی عرب کے علمی تحقیقاتی اور افتاء اور دعوت وارشاد کے ادارے سے بنا جس کے تحت انہیں متحدہ عرب امارات کے مرکز دعوت وارشاد کے تحت دعوت وارشاد کے کام کے لیے متعین کیا گیا جہاں انہوں نے ۱۹۹۸ء تک کام کیا(9) جن اساتذہ سے شیخ المدنی نے کسب علم کیا ان میں شیخ ابو بکر الجزائری، شیخ محمود طحان،

شیخ عطیہ محمد سالمؒ، شیخ عبد الغفار حسنؒ، شیخ مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، شیخ مفتی محمد شفیعؒ، شیخ یوسف بنوریؒ، محمد شریف کشمیریؒ، مولانا خیر محمدؒ، قاری رحیم بخشؒ شامل ہیں(10)۔

تعارف تفسیر ''عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن''

تفسیر کا نام ''عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن المعروف التفسیر المدنی الکبیر'' ہے۔ تفسیر ہذا اردو زبان میں ہے اور درمیانے سائز کی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد تقریباً ۸۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ کے بالائی حصہ میں قرآنی متن مع ترجمہ درج ہے۔ جب کہ تفسیر علیحدہ سے درج کی گئی ہے۔ ہر جلد کے شروع میں فہرست عناوین تفصیلاً درج کیے گئے ہیں جس سے قاری کو اپنے متعلقہ موضوع تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ خط واضح اور صاف ہے اور کتابت بھی عمدہ انداز سے کی گئی ہے۔ اس تفسیر کا ناشر دار العلوم اسلامیہ پلندری، آزاد کشمیر ہے جب کہ یہ تفسیر دسمبر ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی ہے[11]۔

کلامی مسائل میں مفسر موصوف کا منہج

مفسر موصوف کلامی مسائل کی تعبیر و تشریح اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق کرتے ہیں۔ الہیات، نبوات اور سمعیات تینوں کلامی مباحث کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ کلامی مباحث کی چند ایک مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

الہیات سے متعلق کلامی مباحث

۱۔﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾[12]

(اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر مگر وہ ایمان دار ہیں نہیں)

اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے منافقین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''اہل بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے اس موقع پر یہ گوہر افشانی بھی کی ہے کہ: ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لیے قرآن پاک میں جابجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا اور در حقیقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔ کہاں کی بے تکیاں کہاں جوڑ دیں۔ نہ کوئی جوڑ نہ کوئی ربط۔ پھر یہ کہنا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر کھلا افتراء ہے کہ قرآن پاک میں جابجا انبیاء کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ہے۔ پھر انہوں نے بشریت انبیاء علیہم السلام کو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا[13]۔

۲۔﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ﴾[14]، (اللہ نے مثال بیان فرمائی کافروں کی (عبرت) کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی، یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، مگر انہوں نے ان

دونوں سے خیانت (اور بد دیانتی) کا ارتکاب کیا، تو وہ دونوں بھی (اتنے بڑے مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود) اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور (ان دونوں عورتوں سے) کہہ دیا گیا کہ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ دوزخ میں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ)۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اسحاق خان فرماتے ہیں: "یہاں پر پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبروں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دونوں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے شیئاً نکرہ تحت النفی، عموم و شمول کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ بھی اس کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ دونوں حضرات اتنے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے سو اس سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر مختار کل نہیں ہوتے جس طرح کہ اہل بدعت کا کہنا ہے اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ پاک کے سوا اور کوئی حاجت روا و مشکل کشا نہیں ہو سکتا"[15]۔

۳۔ ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾[16] (اور وہ (سچے دل سے) یقین رکھتے ہیں آخرت پر) اس آیت کی تفسیر میں آخرت کو معنوی اعتبار سے دنیا کے مقابلہ میں قرار دے کر فرمایا: "پس اس کی وہ تاویل و تفسیر[17] باطل و مردود ہے جو قادیانی دجالوں نے مطلب برآری کے لیے کی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہر کیف آخرت یعنی قیامت کا ایمان و یقین چونکہ ایک نہایت ہی اہم بنیادی عقیدہ ہے، اس لیے اس کو خاص طور پر اور الگ کر کے بیان فرمایا گیا ہے، کہ یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے جس سے انسانی زندگی کا رخ ہی بدل جاتا ہے اور جو لوگ اس کے یقین سے محروم ہیں۔ العیاذ باللہ۔ وہ قطعی طور پر صحیح راستے سے محروم اور خائب و خاسر ہیں[18]۔

۴۔ ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾[19]

(تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں (ا) وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے)

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾[۲۰]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارنا بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا منہ (اور ذات) اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِه شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾[22]

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

ذات الٰہیہ کے مسائل کو حل کرنے میں مفسر کا منہج واسلوب

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾[23]۔

(اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسائے سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام، کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا)۔

عبادت وبندگی صرف اللہ کی

مذکورہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ عبادت و بندگی صرف اللہ وحدہ لاشریک کی کرو کہ وہی تمہارا خالق و مالک بھی ہے، اور رازق و نگہبان بھی۔ اسی لیے سب سے پہلا اور سب سے مقدر حق اسی کا ہے۔ جل جلاہ و عم نوالہ۔ اور اس کا حق اس کی عبادت و بندگی ہے۔ پس تم لوگ عبادت و بندگی کی ہر قسم اور ہر شکل ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک کے لیے بجالاو، اور اس میں کسی کو بھی، اور کسی بھی درجے میں اس کا بھی شریک مت قرار دو کہ ایسا کرنا ظلم ہے اور ظلم کا انجام بہت برا ہے کہ یہ باعث ہلاکت ہے[24]۔

معبود برحق صرف ایک ہے، یعنی اللہ وحدہ لاشریک

﴿وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾(25)[2]

(تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے)۔

مذکورہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ معبود حقیقی تم سب کا اے لوگو ایک ہی معبود ہے۔ یعنی اللہ وحدہ لاشریک۔ پس عبادت وبندگی کی ہر قسم، خواہ وہ بدنی ہو، یا مالی، قلبی ہو، اسی کا صرف اسی کا حق ہے، اور اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے سوا اور کسی کے لیے بھی عبادت کی کوئی بھی قسم کسی بھی شکل میں بجالانا شرک ہو گا جو کہ ظلم عظیم اور ناقابل معافی جرم ہے[23]۔

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾(24)

(یہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے)۔

اللہ کی پہچان اس کی صفات کے ذریعے

مذکورہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ ہے اللہ رب تم سب کا۔ یعنی جس کی یہ صفات بیان ہوئیں۔ اور جب ان میں سے کسی بھی صفت اور شان میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر اس کی بندگی اور عبادت میں اور صفت حاجت روائی اور مشکل کشائی میں کوئی اس کا شریک کیسے ہو سکتا ہے؟ سو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ پاک کی معرفت سے سرشار ہونے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کائنات کی اس کھلی کتاب میں پھیلی بکھری اس کی قدرت کی عظیم الشان نشانیوں اور اس کے مظاہر اور ان میں اس کی صفات میں غور اور فکر سے کام لیا جائے کہ وہ معبود برحق وہی ہے جس نے اس حکمتوں بھری کائنات کو پیدا فرمایا۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ اس ضمن میں یہ آتا ہے کہ وہ خدائے پاک کیسا ہے؟ اس کا حق ہم پر کیا ہے؟ اور وہ خوش کس سے ہوتا ہے؟ اور ناخوش کس سے؟ اور اس کے حق واجب کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو اس کے لیے اس کی اس کتاب اور وحی کی طرف رجوع کیا جائے جس کو اس نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے[25]۔

﴿ وَعِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾[26]

(اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانا زمین کے تاریک حصوں میں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں)۔

تمام خزانے اور ان کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں

مذکورہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اسی کے پاس ہیں سب کنجیاں اور سب خزانے جن کو اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سو اس سے یہ امر قطعی طور پر صاف اور واضح ہو جاتا ہے کہ زمین و آسمان کے سب خزانے اور ان کی سب کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ معنیٰ اس صورت میں ہوں گئے جب کہ مفاتح جمع ہو مفتح کی میم کے کسرے کے ساتھ جو کہ مفتاح کے معنیٰ میں آتا ہے یعنی کنجی۔ اور اگر اسے جمع قرار دیا جائے مفتح کی۔ یعنی میم کے فتح کے ساتھ، تو اس وقت اس کے معنیٰ خزانہ کے ہوں گے۔ یعنی اسی کے کے پاس ہیں غیب کے خزانے۔ اس کے سوا عالم غیب کوئی نہیں۔ سب خزانوں کا مالک بھی وہی ہے اور سب کنجیاں بھی اس کے قبضہ قدرت واختیار میں ہیں[27]۔

جمہور مفسرین کے نزدیک غیب کی کنجیوں سے مراد وہ پانچ امور ہیں جن کا ذکر سورہ لقمان کی آخری آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے ﴿ان اللہ عندہ علم الساعۃ﴾[28] ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالی کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہے ﴿ان اللہ عندہ علم الساعۃ﴾[29] غیب کی ان چیزوں کا علم صرف اور صرف اللہ تعالی کے پاس ہے[3]۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا (مفاتیح الغیب خمس لا یعلمہاالا اللہ)[30] (کہ غیب کی کنجیاں یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے ان پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی یہ کہ رحم مادر میں کیا ہے؟ کل کیا ہونے والا ہے؟ کس نے کل کیا کرنا ہے؟ کس کی موت کہاں آئے گی؟ اور بارش کب ہو گی؟۔

النبوات سے متعلق کلامی مسایل

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾[31]

(یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطن خسارے میں رہ جائیں گے)۔

رسولوں کا ذکر و بیان

مذکورہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ "ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے حالات ہم نے آپ کو سنائے اور کچھ کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے" چنانچہ قرآن پاک میں مجموعی طور پر صرف پچیس انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں جب کہ مسند احمد کی روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا ہے جن میں سے رسول تین سو پندرہ ہوئے ہیں۔ باقی سب نبی تھے۔ اللہ پاک نے جتنے بھی انبیائے کرام بھیجے اور جس زمانے میں بھی بھیجے وہ سب کے سب سچے تھے۔ اور ان کا پیغام بھی حق اور سچ تھا۔ خواہ وہ کہیں بھی تشریف لائے ہوں اور ان کے اسمائے گرامی کچھ بھی ہوئے ہوں

بہر حال اس ارشاد ربانی کا اصل مدعا آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا ہے کہ ان تمام انبیائے کرام کو بھی راہ حق میں مختلف تکلیفوں اور ایذار سانیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ مگر انہوں نے صبر واستقامت اور تحمل و برداشت ہی سے کام لیا۔ لہذا آپ بھی ایسے ہی کریں[33]۔

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ ۖ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِن بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴾[34]۔

(یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کئے ہیں، اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آجانے کے بعد ہر گز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے، لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا، ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اور بعض کافر، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

رسولوں کے باہمی تفاضل کا ذکر و بیان

سو اس سے رسولوں کے باہمی تفاضل یعنی ان میں سے بعض کی بعض پر فضیلت و فوقیت کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے یعنی ان میں سے بعض کو ایسی خاص فضیلت سے نوازا جو دوسروں کو نہیں دی گئی۔ تاکہ ہر ایک کا فضل و کمال الگ الگ نظر آئے[36]

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾[37]

(ہم نے ہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے)۔

سب سے بڑا درجہ انبیائے کرام کا

سو یہاں پر سب سے پہلے انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے بڑا مرتبہ انبیائے کرام کا ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح اور اپنے پیغام رسانی کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ جن کے سلسلے کی آخری کڑی، اور سب سے مقدس شخصیت حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ جن کے بعد قیامت تک کسی نبی نے نہیں آنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام تشریف لائیں گے تو آپ ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے، نہ کہ نبی اور رسول کے طور پر۔ سو نبوت و رسالت کا سلسلہ تو آپ ﷺ پر ختم ہو گیا لیکن صدیقیت وغیرہ کے درجات اس کے بعد بھی باقی ہیں (38)۔

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُه اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴾[39]۔

(پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب اللہ کی رو سے بنسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حقدار (ہاں) مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہو یہ حکم (الٰہی) میں لکھا ہے)۔

ایمان والوں پر پیغمبر کے حق کی عظمت و شان کا ذکر و بیان

سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر ایمان والوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ امر واقع کے اعتبار سے پیغمبر اہل ایمان کے ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ان کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی نفسانی خواہشات اس کے لیے مضر ثابت ہوتی ہیں اور اس کو نقصان دیتی ہیں۔ جب کہ پیغمبر کی تعلیم انسان کے لیے سراسر خیر و برکت اور عین رحمت ہوتی ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد آنے والے آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی[40]۔

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾[41]

(آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں)۔

﴿ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾[42]

(اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اتنا

یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے)۔

رفع عیسیٰ کا بیان

سوارشاد فرمایا گیا کہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا یعنی روح اور جسم دونوں کے ساتھ نہ کہ صرف روحانی طور پر جس طرح کے بعض لوگوں کا کہنا ہے کیونکہ کہ (رفعہ) کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ کی ذات اقدس ہے جو کے نام ہے روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا۔ نہ کہ صرف روح کا سو آنجاب کا رفع صرف روحانی نہیں تھا بلکہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تھا یعنی آپ کو زندہ سلامت جسمانی طور پر اوپر اٹھالیا گیا جہاں اب تک آپ زندہ سلامت موجود ہیں اور قیامت سے پہلے جب اللہ کو منظور ہوگا آپ دوبارہ دنیا میں نزول اجلال فرمائے گئے اور شریعت محمدیہ کے مطابق نظام چلائے گئے اور دنیا سے کفر و شرک کے اندھیرے مٹاکر زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گئے(43)

سمعیات سے متعلق کلامی مباحث

سو قیامت کی صداقت وحقانیت کے ثبوت کے لیے تاریخ کے حوالے کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جھٹلایا عاد اور ثمود نے دہلا کرر کھ دینے والے اس حادثہ کبریٰ کو سو وہ حادثہ کبریٰ ایسا ہولناک ہوگا کہ اس لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گئے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا(44)

﴿ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰي وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰي وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾(45)

(جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش، دکھائی دیں گیں، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے)۔

سو اس یوم عظیم میں لوگوں کے دل دہل جائیں گئے اور وہ مارے خوف کے اس روز کانپ رہے ہوں گے۔ جیسا کے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾(46)

(اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے)

اور اسی طرح اللہ پاک کا ارشاد﴿وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴾(47)۔(اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے لیکن اس قدر دور جگہ سے (مطلوبہ چیز) کیسے ہاتھ آسکتی ہے)۔

بہر کیف اس موقع پر تاریخ کے اس حوالے سے واضح فرمادیا گیا کہ جن قوموں نے آخرت کا انکار کر کے اسی دنیاوی زندگی کو اصل زندگی سمجھا اور اسی کے ہو کر رہ گیئں، اور اس طرح وہ آخرت کی بازپرس اور وہاں کی جوابدہی سے

غافل ولاپرواہو گئیں، وہ اخلاق و کردار کے ایسے ہولناک بگاڑ میں مبتلا ہو کر رہیں کہ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے عذابوں کے ذریعے ان کا ایسا صفایا کر دیا کہ وہ قصہ پارینہ اور افسانہ ماضی بن گئیں(48)۔

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾(49)۔

(اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے (آنے) میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہو گا)۔

قیامت کے وقوع کے قطعی ہونے کا ذکر و بیان

سو اس سے تصریح فرما دی گئی کہ قیامت کے بارے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ قیامت کے قیام و وقوع میں اور نہ اس میں برپا ہونے والے اس حشر و اجتماع میں۔ سو اس میں کسی بھی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ عقل سلیم اور نقل صحیح دونوں اس کے امکان اور وقوع پر متفق ہیں پس جو کوئی اس میں شک کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے تو وہ اس کے اپنے دماغ کی خرابی اور قسمت کی مار ہے۔ اور قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ اس کے بغیر عدل و انصاف کے تقاضوں کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے اس دن کا آنا ایک طبعی اور لازمی امر ہے۔ سو فرمایا گیا کہ اللہ قیامت کے اس دن تم سب کو جمع کر کے لائے گا۔ تاکہ تم اپنے کیے کرائے کا بدلہ پا سکو۔ اس لیے اس دن کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس کے لیے تیاری کرو[50]۔

﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰي ﴾(51)

(قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو)

تو پھر اس کے بارے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ پس اس یوم عظیم کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو[52]

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾(53)**حوالہ**

(ہر گروہ کے لئے ایک معیاد معین ہے سو جس وقت انکی میعاد معین آجائے گی اس ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے)۔

ہر امت کے لیے ایک مدت مقرر ہے

سو اس ارشاد سے تصریح فرما دی گئی ہے کہ ہر امت کے لیے ایک مدت مقرر ہے۔ یعنی عذاب کی اور موت کی ۔ پس کفار اور مشرکین پر اگر فوری عذاب نہیں آتا تو اس سے ان کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ وہ اپنے وقت پر بہر حال آ کر رہے گا(54)۔

عالم برزخ کے حالات

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (55)

(اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے)۔

حیات شہداء کاذکر وبیان

سواس میں شھدا کے حیات برزخی کاذکر وبیان فرمایا گیاہے سووہ زندہ ہیں اپنی اس حیات برزخی کے اعتبار سے جو کہ وہاں پران کو حاصل ہے اور جو دوسرے لوگوں کی حیات سے الگ ایک امتیازی شان رکھتی ہے

ورنہ یہ دنیاوی زندگی بہر حال ان سے منقطع ہو جاتی ہے۔اور موت کے عمومی اثرات واحکام جو دوسرے لوگوں اور عام مردوں پر مرتب ہوے ہیں، وہ ان پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، ان کو دفن کیا جاتاہے ان کی بیویاں بیوہ قرار پاتی ہیں، ان کے آگے نکاح کیے جاتے ہیں، ان کے بچے یتیم کہلاتے ہیں، اور ان کی میراث تقسیم کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سوا گران کی یہ دنیاوی حیات ختم نہ ہو چکی ہوتی اور اس اعتبار سے وہ مردہ قرار نہ پاتے توان پر یہ احکام کیسے جاری ہوتے ؟ بہر کیف اس میں شھداء کرام کے امتیازی مقام اور عظمت شان کو بیان فرمایا گیاہے کہ وہ عالم برزخ میں ایک امتیازی شان کی زندگی سے بہر مند ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو مردہ نہ سمجھا جائے اور نہ یہ کہا جاے کہ وہ مردہ ہیں(56)۔

احوال برزخ کاعلم صرف وحی کے ذریعے

حالات حشر

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰي شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰي شَيْءٍ ۙ وَّھُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾(57)۔

(یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں، حالانکہ یہ سب لوگ تورات پڑھتے ہیں۔اسی طرح ان ہی جیسی بات بے علم بھی کہتے ہیں قیامت کے دن اللہ ان کے اس اختلاف کا فیصلہ ان کے درمیان کردے گا۔

قیامت کے روزاعمال کا تلنا

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (58)

(اور اس روز وزن بھی برحق پھر جس شخص کا پلا بھاری ہو گا سوایسے لوگ کامیاب ہونگے)۔

اعمال کے وزن ہونے کا مطلب ؟

یعنی وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ اس کے نہ ہونے کا سوال ہی نہیں۔ اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ اس روز وزن صرف حق ہی کا ہو گا باطل کا کوئی وزن سرے سے ہو گا ہی نہیں۔ سو حساب کے اس یوم عظیم میں اعمال کو تولا جائے گا۔ پھر جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس کے نیک اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی خسارے والے ہوں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے یہ دونوں اہم اور بنیادی حقیقتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ایک یہ کے اس روز وزن ضرور ہو گا تاکہ حق وانصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں ۔اور دوسری حقیقت یہ واضح ہو جاتی ہے کہ وزن اس روز صرف حق ہی کا ہو گا۔اسی لیے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ کافروں اور منکروں کے اعمال کا اس روز کوئی وزن سرے سے ہو گا ہی نہیں(59)

﴿أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾(60)۔

(یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا اس لئے ان کے اعمال غارت ہو گئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے)۔

والعیاذ باللہ العظیم۔ سو باطل کا نہ کوئی اعتبار ہے نہ وزن۔ وزن صرف حق کا ہو گا-(61)

نتائج مقالہ

مذکورہ مطالعہ سے مندرجہ ذیل امور کی توضیح ہوتی ہے:

1۔ مولانا محمد اسحاق خان مدنی نے کلامی مباحث جیسے الہیات، نبوات اور سمعیات کا اپنی تفسیر ''عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن'' میں جابجا ذکر کیا ہے۔

2۔ کلامی مباحث کے ذکر میں علم کلام کے قدیم نظریات اور فرقوں کی بجائے ان مباحث کو پیش نظر رکھا گیا ہے جو برصغیر کے معاشرہ میں دیگر فرق کی بنا پر وجود میں آئے ہیں۔

۳۔ تفسیر کے اکثر مقامات میں برصغیر کے اصحاب فرق کو ذکر کیے بغیر اہل بدعت، ضال وغیرہ کے الفاظ سے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۴۔ اس ضمن میں صاحب تفسیر نے اپنے موقف کے مطابق اصحاب فرق کے تراجم قرآن سے لیے گئے استدلال کا رد بھی پیش کیا گیا ہے۔

5۔ مفسر نے کلامی مباحث اسرائیلیات کو لانے سے گریز کیا ہے۔

6۔ مفسر نے کلامی مباحث تمام تر روایات صحیحہ کو اپنے استدلالات میں پیش کیا ہے۔

7۔ مفسر نے اپنی کلامی مباحث میں سہل لغت استعمال کی ہے، جو عوام وخواص کے لیے یکساں مفید ہے۔

9۔ مفسر عقیدہ کے متعلق ہر آیت پر بہت شرح وبسط کے ساتھ بحث کرتے ہیں، بالخصوص توحید الوہیت پر بہت زور دیا ہے۔

10۔ مفسر موصوف نے کلامی مباحث کی حقیقت وماہیت پر نئے انداز سے روشنی ڈالی۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ محمد بن عیسی أبو عیسی الترمذي، الجامع الصحیح سنن الترمذي، الناشر: دار إحیاء التراث العربي- بیروت، حدیث نمبر 5، 172/2906)

2۔ کمال الدین أحمد بن حسن البیاضي زادہ الرومی الحنفي، إشارات المرام من عبارات الإمام أبي حنیفة النعمان في أصول الدین، اشارات المرام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص 29، 28

3۔ الإمام أبي بکر المرعشي، نشر الطوالع، دار النور المبین، ناصر الدین عبداللہ ابن عمر البیضاوی، الطوالع من شرح المرعشی، ص 4

4۔ عبدالرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون أبو زید، ولي الدین الحضرمي الإشبیلي، دیوان المبتدأ والخبر في تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوي الشأن الأکبر، دار الفکر، بیروت، الطبعة: الثانیة، 1408ھ-- 1988م، ص 400

5۔ محمد اسحاق خان المدنی، نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، راولپنڈی: ایس پی پرنٹرز، ط: ۲، ۲۰۰۷، ص: ۸۷۔۹۸۔ محمد اسحاق خان المدنی،، تحفۃ العلوم والحکم بشرح خمسین من جوامع الکلم، راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ط: ۳، ۲۰۰۱ء ڈاکٹر حافظ فیوض الرحمٰن،، مشاہیر علماء، لاہور: حفیظ پریس، ج: ۲، ص: ۶۴۵۔

6۔ ایضاً، ص: ۸۷۔۹۸۔ المدنی، محمد اسحاق خان، تحفۃ العلوم والحکم بشرح خمسین من جوامع الکلم، راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ط: ۳، ۲۰۰۱ء، فیوض الرحمٰن، حافظ، ڈاکٹر، مشاہیر علماء، لاہور: حفیظ پریس، ج: ۲، ص: ۶۴۵۔

7۔ انٹرویو بتاریخ، 15 مئی 2018

8۔ محمد اسحاق خان المدنی، نعمتِ قرآن اور اس کے تقاضے، ص: ۹۰۔

9۔ ایضاً۔

10۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۸۔

1[1]۔ مولانا ابو طاہر محمد اسحاق المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر المدنی الکبیر مفسر، المدنی پبلیکیشنز اسلام آباد ج: ۱، ص: ۵۸۔ اہل بدعت کا رد کے لیے مزید مثالیں ملاحظہ کیجیے: ج: ۱ ص؛ ۴۲، ۵۲، ۴۳، ۶۴، ۷۶، ۱۸۰، ۴۳۱،

2[1]۔ سورۃ التحریم، ۶۶: ۱۰۔

3[1]۔ عمدۃ البیان، ۷، ۱۲۲۔

4[1]۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۴۔

15۔ قادیانیوں کی تاویل وتفسیر مفسر موصوف نے درج نہیں کی۔

16۔ محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۱، ص: ۵۳۔

17۔ محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۱، ص: ۱۸۹، رد شیعہ کے لیے مزید دیکھیں: ج: ۱، ص: ۴۸۷، ۴۸۹، ۵۱۱، ۵۵۶۔

18۔ سورۃ النساء 4:36

19۔ سورۃ البقرہ، 2:163

20۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القران، ابو طاہر مولانا محمد اسحاق خان المدنی ج ۱، ص، 274

21۔ سورۃ الانعام،102:6
22۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القران، ابو طاہر مولانا محمد اسحاق خان المدنی ج2، ص،344
23۔ ایضاً، ج2، ص،294
24۔ محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ)، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، الطبعة: الثانية - 1387ه، دار الكتب العلمية، بیروت، ج، 1ص، 88
25۔ أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، تفسير القرآن العظيم، الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية 1420هـ-1999م، ج 3،ص،455
26۔ محمود الألوسي أبو الفضل، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، ج، 21ص، 99
27 الدر المنثور، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي، دار الفكر - بيروت، ج، 5ص، 170
28۔ محمد علي الصابوني، صفوة التفاسير، دار الصابوني للطباعة والنشر والتوزيع – القاهرة، الطبعة: الأولى، 1417هـ-1997م، ج، 1ص، 395
29 محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422ه، ج، 2ص، 720، مسلم، ج، 1ص، 98
30۔ سورۃ المؤمن، 78:40
31۔ ابو طاہر مولانا محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القران، ج، 5ص، 716
32۔ سورۃ البقرہ، 253:2
33۔ معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، ج۔۔، ص۔۔۔۔
34۔ سورۃ النساء، 64:4
35۔ مولانا ابو طاہر محمد اسحاق المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر المدنی الکبیر مفسر، المدنی پبلیکیشنز اسلام آباد،، ج، 1ص، 803
36۔ سورۃ احزاب، 6:33
37۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی، ج، 5ص، 192
38۔ صفوۃ التفاسیر۔ ج، 2ص، 512
39۔ سورۃ النساء، 64:4
40۔ سورۃ النساء، 157:4، 158
41۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی، ج، 2ص، 47
42۔ سورۃ الحج، 2:22
43۔ سورۃ الحاقۃ، 14:69
44۔ سورۃ سباء، 52:34
45۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی، ج، 7ص، 188۔189
46۔ سورۃ النساء، 87:4
47۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی، ج، 1ص، 826
48۔ سورۃ طہ، 15:20
49۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی، ج، 1ص، 826، 827

50۔ایضاً،ج،2ص،442
51۔سورۃالبقرۃ،154:2
52۔البیضاوی،المراغی،القاسمی،الروح،الصفوۃاورالجامع وغیرہ
53۔عمدۃالبیان فی تفسیر القرآن،ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی،ج،1ص،267
54۔سورۃالبقرہ،113:2
55۔سورۃالاعراف،8:7
56۔سورۃالکہف،105:18
57۔سورۃالاعراف،8:7
58۔عمدۃالبیان فی تفسیر القرآن،ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی،ج،2ص،ص،425
59۔سورۃالکہف،105:18
60۔عمدۃالبیان فی تفسیر القرآن،ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی،ج،2ص،ص،425